نظرات

گذشتہ ماہ کے نظرات پڑھ کر ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ اسلام میں تو دین اور سیاست دو الگ چیزیں نہیں ہیں، پھر آپ کی رائے کہ مسلمانوں کا سیاسی پلیٹ فارم صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ مشترک ہونا چاہیے، اسلامی نقطۂ نظر سے کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے؟ یہ سوال اور بھی چند مسلمانوں کے ذہن میں ہوگا، اس لیے برہان میں اس سوال کا جواب پیش کیا جاتا ہے۔ گذارش یہ ہے کہ اسلام میں دین کا جو جامع اور ہمہ گیر تصور ہے اس کے باعث ایک سیاست کیا، مسلمان کا تو کوئی ایک کام بھی دینی ہو یا دنیوی، انفرادی ہو یا اجتماعی، بہرحال دین سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے جس طرح عبادات دین ہیں اسی طرح اس کے معاملات، شادی بیاہ، کھانا پینا، چلنا پھرنا، محنت مزدوری، کاروبار، تجارت اور پڑھنا پڑھانا یہ سب بھی دین ہیں۔

لیکن اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا اور ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دین ہے کیا؟ اور اس کا واقعی مفہوم اور تصور کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دین دراصل نام ہے اس نقطۂ نظر (Angle of-vision-) اور منہاج فکر و عمل (Attitude) کا جو بطور ایک ملکہ یا قوت راسخہ کے پیدا ہوتا ہے اور جو قرآن و سنت پر مبنی تعلیمات اسلامی کے ماتحت ایک مسلمان کے نفس میں راسخ اور مرتسم ہو جاتا ہے، یہ گویا ایک مسلمان کے قلب و دماغ کی چشم بصیرت پر ایک ایسی رنگین عینک ہے کہ وہ جس کسی چیز کو دیکھتا ہے اسی رنگ میں دیکھتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، اس بنا پر معاملہ دینی ہو یا دنیوی، اقتصادی ہو یا معاشرتی، مسلمان بہرحال ان بنیادی تعلیمات اسلام سے صرف نظر نہیں کر سکتا جو ایمان و عمل صالح کے عناصر ترکیبی ہیں، مثلاً یہ کہ خدا علیم و خبیر ہے، انسان کا کوئی ارادہ

اور اس کی نیت اس پر مخفی نہیں ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کے ارشاد ربانی کے مطابق ہر عمل کی مکافات ضروری ہے، ہر معاملہ میں عدل وانصاف امانت ودیانت، راست گوئی اور راست بازی کی رعایت ناگزیر اور اسی طرح شریعت میں جو حلال وحرام ہے اس کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ پس اسلام میں دین ودنیا اور مذہب وسیاست دونوں ایک ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان جو کام بھی کرے گا اس کو بہرکیف احکام شریعت کا پابند رہنا ضروری ہوگا۔

لیکن انسان مدنی الطبع ہے، اس لیے معاملات کی قسمیں اور ان کی نوعیتیں گوناگوں ہیں۔ یہ معاملات اقتصادی اور معاشرتی بھی ہوتے ہیں اور سیاسی اور کاروباری بھی وغیرہ وغیرہ، پھر یہ معاملات ملکی، قومی اور بین الاقوامی بھی ہوتے ہیں اور مذہبی وملی بھی۔ اور پھر یہ معاملات انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی، اور چونکہ سب کام تنہا ایک ادارہ انجام نہیں دے سکتا اس لیے ہر کام کے لیے الگ الگ ایک ادارہ ہوتا ہے اور ہر ادارہ کی ہیئت ترکیبی ان افراد واشخاص پر مشتمل ہوتی ہے جو اس ادارہ کے اغراض ومقاصد اور اس کے طریقۂ کار کے بارے میں متفق اور متحد الخیال ہوں اب ظاہر ہے ایک ادارہ اگر مذہبی کاموں کے لیے قائم ہوتا ہے تو اس ادارہ کے سب کارکن اہل مذہب ہی ہوسکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ اس میں شریک نہ ہوسکیں گے۔ لیکن اگر ایک ادارہ ملک اور قوم کے مشترک مسائل ومعاملات کی انجام دہی کے لیے قائم کیا جاتا ہے تو اس میں مذہب کی قید وبند نہ ہونی چاہیے۔ اس قسم کے ادارے سیاسی بھی ہوسکتے ہیں اور اقتصادی اور سماجی بھی، تعلیمی بھی ہوسکتے ہیں اور تجارتی وصنعتی بھی۔ اس ادارہ کو اگر ایک مذہب کے چند افراد مل کر قائم کررہے ہیں تب بھی ان لوگوں کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے اپنے ہم خیال لوگوں کا تعاون اور اشتراک حاصل کریں، کیونکہ غیر فرقہ وارانہ مسائل کا کامیاب اور نتیجہ خیز حل ایک مشترک پلیٹ فارم پر ہی ہوسکتا ہے۔

یہاں ایک بات بڑی اہم اور توجہ طلب یہ ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریریں

نظرات

گذشتہ ماہ کے نظرات پڑھ کر ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ اسلام میں تو دین اور سیاست دو الگ چیزیں نہیں ہیں، پھر آپ کی رائے کہ مسلمانوں کا سیاسی پلیٹ فارم صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ مشترک ہونا چاہیے، اسلامی نقطۂ نظر سے کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے! یہ سوال اور بھی چند مسلمانوں کے ذہن میں ہوگا، اس لیے برہان میں اس سوال کا جواب پیش کیا جاتا ہے۔ گذارش یہ ہے کہ اسلام میں دین کا جو جامع اور ہمہ گیر تصور ہے اس کے باعث ایک سیاست کیا، مسلمان کا تو کوئی ایک کام بھی دینی ہو یا دنیوی، انفرادی ہو یا اجتماعی، بہرحال دین سے الگ نہیں ہو سکتا، اس کے لیے جس طرح عبادات دین ہیں اسی طرح اس کے معاملات، شادی بیاہ، کھانا پینا، چلنا پھرنا، محنت مزدوری، کاروبار، تجارت اور پڑھنا پڑھانا یہ سب بھی دین ہیں۔

لیکن اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا اور ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دین ہے کیا؟ اور اس کا واقعی مفہوم اور تصور کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دین دراصل نام ہے اس نقطۂ نظر (Angle of-vision) اور منہاج فکر و عمل (Attitude) کا جو بطور ایک ملکہ یا قوت راسخہ کے پیدا ہوتا ہے اور جو قرآن و سنت پر مبنی تعلیمات اسلامی کے ماتحت ایک مسلمان کے نفس میں راسخ اور مرتسم ہو جاتا ہے، یہ گویا ایک مسلمان کے قلب و دماغ کی چشم بصیرت پر ایک ایسی رنگین عینک ہے کہ وہ جس کسی چیز کو دیکھتا ہے اسی رنگ میں دیکھتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، اس بنا پر معاملہ دینی ہو یا دنیوی، اقتصادی ہو یا معاشرتی، مسلمان بہرحال ان بنیادی تعلیمات اسلام سے صرف نظر نہیں کر سکتا جو ایمان و عمل صالح کے عناصر ترکیبی ہیں، مثلاً یہ کہ خدا علیم و خبیر ہے، انسان کا کوئی ارادہ